مسئلۂ لا ادری۔۔۔۔۔۔ایک تحقیق

حامداً ومصلّیاً ومسلّماً

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاورسل علیہم السلام انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لیے مبعوث ہوئے۔ اللہ عزوجل نے سب کے آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ آپ آخری نبی ورسول ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی ورسول نہیں ہوسکتا۔ اللہ نے آپ ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا۔ اس کے ذریعے آپ نے لوگوں کو دعوت وتبلیغ دین پیش فرماکر نبوت ورسالت کے اہم فریضے کو بخوبی ادافرمایا۔ آپ ﷺ کے بعد اس اہم ذمہ داری کو صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علمائے امت نے ادا کیا۔ ارشاد وتبلیغ کا ایک طریقہ سوال وجواب ہے۔ یعنی جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں ارباب علم وفن کی طرف رجوع کرنا۔

اس دھرتی پر ایسے نابغۂ روزگار افراد ورجال نے جنم لیا جو سلطنت علم کے مسلم الثبوت بادشاہ ہیں۔ جن کی علمی گہرائی وگیرائی کی قسمیں کھائی جاسکتی ہیں۔ جن کی نگاہِ کیمیا اثر نے لاکھوں، کروڑوں تشنگان علم وفن کو سیراب کیا۔ جن کے در کی جبیں سائی وقت کے بڑے بڑے دانشوروں نے کی۔ جن کے ناخنِ ادراک میں ”لاینحل مسائل“ کا حل تھا۔ جی ہاں۔ جو بیک وقت علم ظاہر وباطن کے ایسے سنگم اور مجمع البحرین تھے، جہاں ہر تشنہ لب کو سیرابی وآسودگی کی دولت گراں مایہ ملتی تھی۔ جو رسول اللہ ﷺ کے سچے وحقیقی نائبین ووارثین تھے۔ جو علم وفضل میں شہرۂ آفاق، معقولات میں بحر زخار، منقولات میں دریائے ناپیدا کنار، فقہ وروایت میں امیر المؤمنین اور سلطنتِ قرآن وحدیث کے مسلّم الثبوت مجتہدین تھے۔ کثر اللہ امثالہم۔ وہ حضرات جلوت وخلوت، سفر وحضر، ہر آن، ہر مکان میں علوم وفنون کے ایسے جبل شامخ تھے۔ جن کی رفعت وبلندی کے سامنے ہر چیز پست وہیچ ہے۔ جن کی علمی شہرت مسلم ہے۔ ان مقدس وپاکباز نفوس کا جس نے بھی دور وزمانہ پایا وہ بھی علم وحکمت کے لازوال خزانوں سے مالامال ہوگیا۔ مگر اس کے باوجود بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کے بارے میں انہوں نے ”لاادری“ یا ”لا اعلم“ فرماکر ”لاعلمی“ کا اظہار فرمادیا۔

یہ بہت بڑاالمیہ ہے کہ سماج ومعاشرہ میں ایسے لوگوں کی بڑی تعداد موجود ہے کہ اگر ان سے کچھ پوچھا جائے تو لب کشائی ضرور کرتے ہیں خواہ اس چیز کا انہیں علم ہویا نہیں۔ جبکہ کچھ لوگوں کا یہ معمول بن گیا ہے کہ ”اظہار لاعلمی“ کو بہت بڑا عیب اور اپنی تنقیصِ شان سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے بلکل خلاف ہے کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں سکوت وخاموشی یا اظہار لاعلمی کوئی نقص وعیب نہیں بلکہ اس سے شخصیت میں نکھار آتا ہے۔ (اظہار لاعلمی) کبر وتکبر، تعلّی وترفّع جیسی مذموم صفات کو یکسر ختم کرکے شخصیت سازی اور علمی ترقی کا بہترین پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے۔ جس کے ذریعے ایک علم دوست انسان وہ اعلیٰ مراتب ودرجات حاصل کرلیتا ہے جن کے عُشرِ عشیر کو بھی کوئی دوسرا حاصل نہیں کرسکتا۔ اور بعض حضرات نادانی میں سوال کا غلط جواب دے کر جہاں ایک طرف خود کا نقصان کرتے ہیں،

وہیں دور حاضر کے خطبا، ائمہ اور علما کی عدمِ احتیاط اور کوتاہیوں اور دشمنانِ اسلام کے غلط پروپیگنڈہ کی وجہ سے علمائے امت کا تشخص ووقار، عامۃ المسلمین کی نگاہوں سے برابر گرتا چلا جارہا ہے۔ تعجب اس پر ہے کہ عام مسلمان، جعلی درویشوں، ڈھونگی باباؤں اور بے شرع پیروں فقیروں کی طرف مائل راغب ہوکر اُن کے مرید و معتقد بنتے چلے جارہے ہیں اور یوں اپنے حقیقی رہنماؤں علمائے کرام سے متنفر وبرگشتہ ہوتے چلے جارہے ہیں۔ اس پر فتن دور میں علمائے کرام کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ انہیں جس سوال کا جواب معلوم نہ ہو" لا علمی کا اظہار" کرکے کسی سنی عالم و مفتی کی طرف رہنمائی کردیں۔ یاد رہے معذرت طلب کرنا کوئی نقص وعیب یا برائی کی بات نہیں ہے۔ ہاں نقص وعیب تو تب ہے جب مسئلہ غلط بتا دیا جائے۔

چنانچہ سر دست ہم چند باتیں ہدیۂ قارئین باوقار کررہے ہیں جن میں قرآن وحدیث اور اسلافِ امت کے حوالے سے ہم یہ بتانے اور سمجھانے کی جرأت وجسارت کریں گے کہ کسی چیز کا علم نہ ہو تو" لاادری" یا "لااعلم" کہنے میں کوئی ننگ وعار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ علم نہ ہونے کی صورت میں " اللہ ورسولہ اعلم"، "واللہ اعلم، لااعلم، لاادری" اور "لاعلم لنا" وغیرہ جیسے جملے قرآن وحدیث اور علمائے اسلام کی بولی بولنا ہے۔ اور " اظہارِ لاعلمی" کو نصف علم سے تعبیر و بیان کیا گیا ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ جس شخص سے سوال کیا جائے تو وہ سب سوالوں کا جواب دے دے ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ چیزوں کا اسے علم وادراک نہیں ہوتا جبکہ دوسرے اس کا علم رکھتے ہیں۔ امام قاسم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا تو فرمایا: بے شک اللہ عزوجل کی قسم ہمیں ہر اس چیز کا علم نہیں ہوتا جس کے بارے میں تم دریافت کرتے ہو۔ اور اگر ہمیں علم ہو تو ہم تم سے نہ چھپائیں اور نہ ہمارے لیے اس بات کو چھپانا جائز ہے۔

(سنن دارمی مترجم، مقدمہ، ج،۱، ص:۹۷، ملک شبیر حسن)

امام حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آٹھ سوالات ہوئے تو آپ نے چار کے جوابات دیے اور باقی چار کے جوابات نہیں دیے۔

(ایضًا:ص:۱۰۱)

حضرت عُمر بن ابی زائدہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ کسی شخص کو، جب اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا گیا ہو یہ جواب دیتے ہوئے نہیں دیکھا کہ "مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

(ایضًا:ص:۱۰۱)

حمید بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ (کسی سوال کا جواب دینے سے) عاجز ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے سوال کو واپس کرنا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں جس چیز کا علم نہیں رکھتا اس کے بارے میں اپنی طرف سے ایجاد کرکے کوئی جواب دوں۔

(ایضًا:ص:۱۰۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی جائے جس کا اسے علم وادراک نہیں تو وہ "واللہ اعلم" کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔

(الصواعق المحرقہ مترجم، ص:۳۲۴، کتب خانہ امجدیہ، ۱۴۳۴ھ، ۲۰۱۳ء)

مزید فرماتے ہیں کہ میرے کلیجے کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھ سے اس بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں کہتا ہوں "واللہ اعلم" اللہ بہتر جانتا ہے۔

(سنن دارمی مترجم، بتفصیل سابق، ص:۱۱۵)

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں: جب تم سے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جائے جس کا تمہیں علم نہ ہو تو بھاگنے کی کوشش کرو۔ لوگوں نے عرض کیا: امیر المؤمنین بھاگا کیسے جائے گا؟ فرمایا: تم یہ کہدو "واللہ اعلم" اللہ بہتر جانتا ہے۔

ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد عروہ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: مجھے اس کا علم نہیں۔ جب وہ چلا گیا تو فرمایا: ابن عمر نے کتنا اچھا جواب دیا ہے اس مسئلے کے بارے میں جسے وہ نہیں جانتا۔ یعنی یہ بات حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے متعلق ارشاد فرمائی۔

(ایضا، ص:۱۱۶)

جب کفار قریش حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تہمت لگانے میں خائب و خاسر اور نامراد و ناکام ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بدنام کرنے کے لیے انہوں نے باہم مشورہ کرنے کے بعد ایک جماعت کفار، یہود کے پاس بھیجی تو علمائے یہود نے جماعتِ کفار سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تین سوالات کرو۔ اگر تینوں کے جواب نہ دیں تو وہ نبی نہیں اور اگر تینوں کا جواب دے دیں جب بھی نبی نہیں اور اگر دو کا جواب دے دیں ایک کا جواب نہ دیں تو وہ سچے نبی ہیں۔ وہ تین سوال یہ ہیں: اصحاب کہف کا واقعہ، ذوالقرنین کا واقعہ اور روح کا حال؟ چنانچہ کفار قریش نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ سوال کیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے واقعات تو تفصیل سے بیان فرما دیے اور روح کا معاملہ ابہام میں رکھا جیسا کہ توریت میں مبہم رکھا گیا تھا۔ قریش یہ سوال کر کے نادم ہوئے۔

(خزائن العرفان، تحت آیت: "یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ" ص:۵۴۲، دعوت اسلامی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہر عالم کے اوپر اُس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے، اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔

(ایضا، تحت آیت: "فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ" ص:۴۵۸)

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام اشیا و جملہ مسمّیات کا علم بطریق الہام عطا فرمانے کے بعد یہ تمام اشیا فرشتوں پر پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم اس خیال میں سچے ہو کہ کوئی مخلوق تم سے زیادہ عالم پیدا نہ کروں گا تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ فرشتوں نے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کیا: "لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔" ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔

(ایضا، تحت آیت: لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔" ص:۱۴)

حدیث میں آیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسا عطا فرمایا جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو ایسا عطا فرمایا جسے میں نہیں جانتا۔ مفسرین و محدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لیے خاص فرمایا وہ علمِ باطن و مکاشفہ ہے اور اہل کمال کے لیے یہ باعث فضل ہے۔

(ایضا، تحت آیت: وَ کَیۡفَ تَصۡبِرُ عَلٰی مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا ۔"ص:۵٦١)

ہونا تو یہ چاہیے جس چیز کا علم نہ ہو اُس کے تئیں سکوت اختیار کیا جائے یا کسی جاننے والے کی طرف رہنمائی کر دی جائے۔ اس طرح سائل کو اپنے سوال کا تشفی بخش جواب بھی مِل جائے گا اور رہنمائی کرنے والا اجر و ثواب کا مستحق بھی ہو جائے گا۔ ''اِنَّ الدَّالَّ عَلَی الۡخَیۡرِ کَفَاعِلِہٖ۔'' حضرت علی، ابودرداء، امام شعبی اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: کسی سوال کا جواب معلوم نہ تو "لاعلمی کا اظہار" کر دینا نصف علم ہے۔

(سیر اعلام النبلاء، کشف الخفاء، اقوال حضرت علی، سنن دارمی مترجم، واللفظ للآخیر، ص:١١٦)

"ادری" بلاشبہ علم و ادراک ہے اور "لاادری" یہ بھی علم ہے جسے نصف علم سے تعبیر و بیان کیا گیا ہے۔ اس طرح علم کی دو قسمیں ہیں۔

(١) "ادری" نصف اول۔

(٢) "لاادری" نصف آخر۔

یعنی "لاادری" کے نصف علم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قائل و متکلّم کو اپنی لاعلمی کا علم و ادراک ہو جاتا ہے۔ اور جس کو اپنی لاعلمی کا علم و ادراک ہو گیا تو یہ بھی ایک علم ہے کہ اُسے حقائق کی معرفت ہوئی بالفاظ دیگر "لاعلمی" کا علم بھی علم ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

عصر جدید کے مشہور مصری عالم، فضیلۃ الشیخ، شوقی ابوخلیل اپنی کتاب "الانسان بین العلم والدین" میں بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لوگوں کو مسائل بتانے پر بیت المال سے ماہانہ وظیفہ دیا جاتا تھا، ایک دن ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا "لاادری" مجھے اس کا جواب نہیں معلوم۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ ہر ماہ تنخواہ تو اتنی اتنی لیتے ہو اور ایک مسئلہ اچھی طرح نہیں جانتے؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے برجستہ فرمایا: إِنَّما آخُذُ عَلٰی ما أحسِنُ، وَلَو أَخَذتُ عَلیٰ مالَا أحسن لَفَنِيَ بَيتُ المالِ ولا يَفنیٰ مالا أحسنُ۔'' یعنی میں اجرت اسی کی لیتا ہوں جسے میں اچھی طرح جانتا اور بتاتا ہوں، اگر میں اُن چیزوں پر اجرت و تنخواہ لینے لگوں جن کا مجھے ٹھیک ٹھیک علم نہیں تو بیت المال کا سب خزانہ ختم ہو جائے گا اور میری وہ باتیں ختم نہ ہوں گی جنہیں میں اچھی طرح نہیں جانتا۔ خلیفہ کو آپ کا یہ جواب بہت پسند آیا اور انعام و خلعت سے نواز کر تنخواہ میں بھی اضافہ کر دیا۔

(العلم والدین، ص:٢٤/٢٥)

علامہ امام ابوعمر یوسف بن عبدالبر نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ" میں امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سند سے سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عالم جب "لاادری" کہنا بھول جاتا ہے تو ٹھوکریں کھانے لگتا ہے۔

حضرت عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں ٣٤/ماہ رہا، میں نے دیکھا کہ اکثر مسائل میں "لاادری" فرمایا کرتے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے آپ کو معلوم ہے لوگ کیا چاہتے ہیں؟ پھر فرماتے لوگ ہماری پیٹھ کو جہنم کے لیے پُل بنانا چاہتے ہیں۔

حضرت سفیان بن عُیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ”أجسرُ الناس علی الفتیا أقلُّھم عِلماً۔“ جو فتویٰ دینے میں زیادہ جری ہوتا ہے وہ اُتنا ہی کم علم ہوتا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”من أفتی الناسَ فی کل (ما یسئلونہ) فھو مَجنُونٌ۔“ جو لوگوں کو ہر معاملے میں فتویٰ دے دیتا ہے وہ دیوانہ ہے۔

سحنون بن سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ جو فتویٰ دینے میں زیادہ جری ہوتا ہے وہ اُتنا ہی کم علم ہوتا ہے اور آدمی کے پاس کسی ایک باب کا علم ہوتا ہے تو گمان کرتا ہے کہ تمام حق اسی کے پاس ہے۔

فرماتے ہیں:

”أجرأ الناسِ علی الفتیا أقلُّھم علماً. یکون عند الرجل الباب الواحد من العلم یظن أن الحق کله فیه“

نیز فرماتے ہیں:

”إني لَأحفظُ مسائل منها ما فیه ثمانیة أقوالٍ مِن ثمانیة أئمة من العلماء فکیف ینبغي أن أعجل بالجواب حتیٰ أتخیّر. فلم ألام علیٰ حبسِ الجواب؟“

یعنی میں نے کچھ مسائل یاد کیے ہیں جن میں چند وہ مسائل ہیں جن میں آٹھ ائمۂ کرام کے آٹھ اقوال ہیں۔ تو میرے لیے یہ مناسب نہیں کہ مختار قول کے امتیاز سے قبل ہی جواب میں عُجلت و جلد بازی سے کام لوں، تو پھر جواب کی تاخیر پر کیوں کر میری ملامت کی جاتی ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج:۱، باب تدافع الفتویٰ، وذم من سارع الیہا، ص:۱۱۲۴/۱۱۲۵، دار ابن الجوزیہ)

منقول ہے کہ ایک عالم سے ایک ایسی عورت کی بابت سوال کیا گیا جو پانچ ماہ کی حاملہ ہے اور نقاہت و کمزوری کے باعث ڈاکٹر اسقاطِ حمل کے بارے میں کہہ رہے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا ”لا ادری“ مجھے اس مسئلہ کا جواب معلوم نہیں۔ سائل بڑا حیران ہوا کہ اتنے بڑے عالم اور فرما رہے ہیں کہ مجھے اس کا جواب معلوم نہیں۔ اگلے دن اس نے الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ وہی سوال کیا عالم صاحب نے پھر وہی جواب دیا۔۔۔ تیسرے دن پھر دریافت کیا تو عالم صاحب نے وہی جواب دیا۔ سائل سے رہا نہ گیا تو اس نے عالم صاحب سے پوچھا: آپ مجھے جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں؟ یا پھر واقعی آپ کو جواب معلوم نہیں۔؟ عالم صاحب نے فرمایا کہ مجھ میں بروز قیامت اس کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں ہے اس لیے جواب نہیں دے رہا ہوں کہ اگر میں اسقاط حمل سے روک دوں اور کمزوری کی وجہ سے عورت مر گئی تو اس کا خون میری گردن پر ہے۔ اور اگر اسقاط حمل کی اجازت دے دوں تو بچے کا خون میری گردن پر ہے۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ساتھ اُن کے خون بھی اپنی گردن پر لادوں۔

یہ واقعہ اُن ائمہ، خطبا، علما اور مفتیوں کے لیے درس عبرت ہے جو فتوے بازی میں جلد باز اور جری و بیباک ہیں۔ اور اپنی رائے کو (خواہ غلط ہو) دوسروں پر زبردستی مسلط کرنے میں ساعی و کوشاں رہتے ہیں۔ اور اُن کی رائے نہ ماننے والوں کے لیے اگلا فتویٰ تیار رہتا ہے۔ اللھم احفظنا منھم۔

حافظ الحدیث عامر بن شر جیل یعنی امام شعبی متوفی ۱۰۹ھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مرتبہ کسی نے ایک مسئلہ پوچھا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں " لاادری "فرمایا۔ یعنی مجھے اس کا جواب معلوم نہیں۔ تو سائل نے طیش میں آکر کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی کہ فقیہ عراق ہو کر کہتے ہو کہ میں نہیں جانتا۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت متانت سے فرمایا کہ میں ایسی بات کہنے سے کیوں شرم کروں گا جس بات کے کہنے سے فرشتے بھی نہ شرمائے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ؟ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ " اَنۡۢبِـُٔوۡنِىۡ بِاَسۡمَآءِ هٰٓؤُلَاۤءِ ۔ " یعنی تم سب ان چیزوں کے نام بتاؤ ؟ تو فرشتوں نے بھی یہی کہا کہ " لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ۔ " یعنی ہم نہیں جانتے بجز ان چیزوں کے جن کا علم تو نے ہمیں دیا ہے۔ سائل آپ کے جواب سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

(روحانی حکایات، از علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی، ص:۱۴)

حضرت عبد الرحمٰن بن علی یعنی علامہ ابن الجوزی بغدادی متوفی ۵۹۷ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "کتاب الاذکیاء" میں امام شعبی کا ایک واقعہ نقل فرمایا ہے کہ ایک دن ایک جوان نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے کلام کیا۔ آپ نے کہا ہم نے یہ نہیں سنا۔ اس جوان نے کہا: کیا آپ نے تمام علم سن لیا ہے ؟ امام شعبی نے فرمایا نہیں۔ اس نے کہا: کیا آپ نے آدھا علم سنا ہے ؟ آپ نے کہا نہیں۔ جوان نے کہا: اس کو اُس حصہ میں شمار کر لیجیے جو آپ نے اب تک نہیں سنا۔ یہ سن کر امام شعبی لاجواب ہو گیے۔

(لطائف علمیہ اردو ترجمہ کتاب الاذکیاء، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص:۲۱۴)

آپ اندازہ لگائیے کہ امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو نہایت ہی عظیم الشان تابعی محدث ہیں۔ آپ کی علمی جلالت اور عظمتِ شان کے لیے یہی کافی ووافی ہے کہ امام زہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہانگ دہل فرمایا کرتے تھے کہ عالم حدیث کہلانے کے صرف چار ہی شخص ہیں۔ سعید بن مسیب مدینہ منورہ میں۔ امام شعبی کوفہ میں۔ حسن بصری بصرہ میں۔ مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہم شام میں۔

(المستطرف فی کل فن مستطرف، الباب الرابع)

آپ اپنی عظمت شان اور عالمانہ وقار کے باوجود بہت متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ آپ مسائل کا جواب دینے میں بہت زیادہ محتاط تھے اور جس کا علم نہ ہوتا تو برجستہ "لااعلم، لاادری" جیسے کلمات ارشاد فرما کر اپنی لاعلمی کا اظہار فرما دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عُمر بن ابی زائدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شعبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے زیادہ کسی شخص کو، جب اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا گیا ہو یہ جواب دیتے ہوئے نہیں دیکھا کہ "مجھے اس کا علم نہیں ہے۔"

(دارمی شریف، بتفصیل سابق، ص:۱۰۱)

اس سے ہمیں درس ملتا ہے کہ جس مسئلہ کا جواب معلوم نہ ہو بلا جھجھک اور کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف کیے بغیر اس کے بارے میں یہ کہدیں کہ "لاادری، لااعلم" مجھے معلوم نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے اس پر زمین وآسمان کے تمام فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

"مَنْ أَفْتَى بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَالأَرْضِ ۔"

(ابن عساکر، حرف المیم، ج،۳، ص:۱۵۸، حدیث نمبر: ۱۱۴۷۳، مکتبہ شاملہ)

ہیثم بن جمیل کا بیان ہے کہ میں امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اڑتالیس مسائل دریافت کیے تو آپ نے بتیس مسائل کے جواب میں یہی فرمایا کہ "لاادری" یعنی میں نہیں جانتا۔

"قال الهيثم بن جميل: شهدتُ مالك بن أنس، سُئل عن ثمان وأربعين مسألةً. فقال في اثنتين وثلاثين منها "لاأدري۔"

(المستطرف فی کل فن مستطرف، الباب الرابع)

اور امام مالک بن انس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ۳۶/مسائل کے بارے میں "لاأدری" فرمانا منقول و مروی ہے۔ یعنی جب آپ سے کسی نے سوال کیا تو آپ نے ۳۶/مقامات پر ارشاد فرمایا مجھے اس کا جواب معلوم نہیں۔

سراج الامہ، کاشف الغمہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے "دہر" کے بارے میں سوال کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا "لاأدری" یعنی میں "دہر" کے بارے میں نہیں جانتا۔

(مُنیر التوضیح حاشیۂ توضیح تلویح، ص:۴۰، مجلس برکات)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تم میں سے جس شخص کو جس چیز کا علم ہو اُسے اس کے مطابق بیان کرنا چاہیے اور جس چیز کا علم نہ ہو اس کے بارے میں بتادینا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے "اللہ اعلم" اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے چونکہ جب کسی عالم سے کسی ایسی چیز کے بارے میں دریافت کیا جائے جس کا علم نہ ہو اور وہ یہ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے یہ بات ارشاد فرمائی ہے۔

"قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَكَلِّفِيۡنَ۔"

(صٓ:۸۶)

"تم فرمادو میں اس بات پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا اور نہ ہی میں اپنی طرف سے بنا کر کوئی بات کرتا ہوں۔"

(سنن دارمی مترجم، ص:۱۱۵)

عقل وقیاس سے جواب دینا ممنوع ہے

شریعت طاہرہ نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ جب تک مسئلہ کی تہ اور اس کی جڑ تک رسائی نہ ہو جائے اور اس کا یقینی علم واتقان نہ ہو محض تخمینہ، عقل وقیاس، اندازے اور اٹکل پچو سے جواب نہ دیا جائے اور اور بغیر علم کے فتوی یا جواب دینا ناجائز و گناہ ہے۔ قرآن وحدیث میں متعدّد مقامات پر عقل وقیاس سے جواب دینے کی نفی کی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بروز قیامت کافر کا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور مؤمن کی مدد اللہ تعالیٰ، انبیائے کرام علیہم السلام اور ملائکہ کرام علیہم السلام فرمائیں گے تو نضر بن حارث نے کہا کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ تب یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

"قُلۡ اِنۡ اَدۡرِيۡۤ اَقَرِيۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ اَمۡ يَجۡعَلُ لَهٗ رَبِّيۡۤ اَمَدًا۔"

(الجن:۲۵)

تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے گا۔

”وَاِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ اَمۡ بَعِیۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ۔“
”وَاِنۡ اَدۡرِیۡ لَعَلَّهٗ فِتۡنَةٌ لَّـكُمۡ وَ مَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ۔“

(الأنبیاء:۱۰۹۔۱۱۱)

میں کیا جانوں کہ پاس ہے یا دور ہے وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔
اور میں کیا جانوں شاید وہ تمھاری جانچ ہو اور ایک وقت تک برتوانا۔
قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ عقل وقیاس سے جواب دینا ممنوع ہے۔ کیونکہ ان آیات میں عقل وقیاس اور بے تعلیم الٰہی جاننے کی نفی کی گئی ہے۔ اس لیے کہ یہاں ”درایت“ کی نفی ہے اور ”درایت“ اندازے اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں جیسا کہ ”مفردات امام راغب“ اور ”ردالمحتار“ میں ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ کے واسطے لفظ ”درایت“ استعمال نہیں کیا جاتا۔
(خزائن العرفان، تحت آیت: ”وَاِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ اَمۡ بَعِیۡدٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ“ ص:۶۱۷)

ابھی چند ایام قبل سوشل میڈیا پر جہاد جاصاحب کے اشعار نظر سے گذرے جو مضمون کی افادیت کے پیش نظر درج ذیل ہیں:

وإذا سُئِلتَ بِمَا جَهِلتَ فلا تَكُن
مُتَحَاذِقاً مُتَسَرِّعاً بِجَوَابِ
العِلمُ بَحرٌ لا نَفَادَ لِمَائِهِ
كَم قَالَ ”لا أدرِي“ أولُو الألبَابِ
لَا عِلمَ عِندِي لَيسَ عَيباً قَولُهَا
العَيبُ أن يُفتىٰ بِغَيرِ صَوَابِ

یعنی جب تم سے کوئی چیز پوچھی جائے اور تمہیں علم نہ ہو تو ماہر بننے اور جواب میں جلد بازی کرنے والے نہ ہو جاؤ۔
علم ایک دریائے ناپیدا کنار ہے۔ کتنے ہی ارباب عقل ودانش نے ”لا ادری“ کہا، یعنی میں نہیں جانتا۔
”اس مسئلہ کا میرے پاس علم نہیں“ یہ کہنے میں کوئی نقص وعیب نہیں۔ ہاں نقص وعیب اور برائی تو تب ہے جب غلط مسئلہ بتادیا جائے۔
حاصل یہ کہ جس چیز کا علم وادراک نہ ہو اس کے بارے میں ”واللہ اعلم، لااعلم، لاادری“ اور ان جیسے کلمات کے ذریعہ اپنی ”لاعلمی کا اظہار“ کر دینا علما، فقہا، ائمہ کرام کی اور اسلامی بولی بولنا ہے۔ علم ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس کے مسائل واحکام بے شمار ہیں اور اُن کے شمار واحاطہ کا کوئی ضابطہ بھی نہیں ہے جس کے ذریعہ ان کو حفظ و یاد کر لیا جائے۔ إن الحَوادِثَ لَا تَكَادُ تَتَنَاهي ولَا ضَابِطَ يَجمَعُ أحكَامَهَا۔
لہٰذا جس کا علم نہ ہو اس کے بارے میں کسی مستند سنی عالم و مفتی کی طرف رہنمائی کر دینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ ”یعنی ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔
”فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔“ ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی۔

اس کی روشنی میں یہ یاد رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہیں زیادہ ارباب حل وعقد اور یارانِ نکتہ داں کو پیدا فرمایا ہے۔ جب انہوں نے خود ”لاادری“ وغیرہ کہہ کر اپنی ”لاعلمی کا اظہار“ فرمادیا تو میرے لیے کوئی ندامت وشرمندگی کی بات نہیں ہے۔

غلط فتوی یا جواب دینے سے بہتر سکوت وخاموشی ہے۔ معذرت طلب کرنا کوئی نقص وعیب یا برائی کی بات نہیں ہے۔ نقص وعیب تو تب ہے جب مسئلہ غلط بتاکر اس کا وبال اپنے اوپر لے لیا جائے۔

عَبدُالسُّبحان مِصبَاحِی
استاذ: جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف، ضلع: اوریّا۔

۲۴/صفر المظفر ۱۴۴۱ھ، ۲۴/اکتوبر ۲۰۱۹ء

رابطہ نمبر: 9808170357
9682377161